رسائل و مسائل

کیا مسیحی مشنریوں کے لیے مسلم ممالک کے دروازے کھلے رہنے چاہییں؟

سوال - امریکہ سے میرے ایک دوست نے یہ خط لکھا ہے کہ وہاں کے عرب اور مسلمان طلبہ آپ سے اِن دو سوالات کے جوابات چاہتے ہیں۔ سوالات یہ ہیں:

۱ کیا اسلامی ملکوں کو دوسرے مذاہب کے مبلغوں پر پابندی لگانی چاہیے۔ خاص طور پر عیسائی مشنریوں پر؟ اس بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

۲ - اگر پابندی لگانا دینی طور پر لازم ہے تو عیسائی ممالک بھی مسلمان مبلغوں پر پابندی لگا دیں گے۔ اس صورت میں اسلام کا پیغام عالمِ انسانیت تک کیسے پہنچایا جا سکتا ہے؟

جواب : ان سوالات کو پیش کرتے ہوئے آپ کے دوست نے شاید یہ سوچا ہوگا کہ اگر ہم مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کا داخلہ کھلا رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں مغربی مشنریوں کے لیے اپنا دروازہ کھلا رکھنا چاہیے، ورنہ اُن کے مشنریوں پر اپنا دروازہ بند کر کے ہمارا اُن سے یہ کہنا کہ ہمارے دین کی تبلیغ کے لیے وہ اپنا دروازہ کھلا رکھیں، انصاف اور معقولیت کے خلاف ہوگا۔ مگر میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے۔ میرے نزدیک عیسائی مشنری سینکڑوں برس سے دنیا کے مختلف ملکوں میں جو طریقے اپنی تبلیغ کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں، اور جس بڑے پیمانے پر چند مغربی ملکوں سے اس کام کے لیے سرمایہ فراہم ہوتا رہا ہے، اور اس سرمایے سے مشن کے تختۂ مشق ملکوں میں جو گُل کھلائے جاتے رہے ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے کوئی معقول آدمی انصاف کے نام پر ہم سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ ہم اِن مشنریوں کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھیں۔ بلکہ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم تمام بیرونی مشنریوں کو بلا تاخیر اپنے ملکوں سے نکال باہر کریں اور آئندہ کے لیے ان میں سے کسی کو

اپنے ہاں نہ گھسنے دیں۔ اس کے جواب میں اگر اسلام کے مشن اور مشنریوں کا داخلہ مغربی ملکوں کی طرف سے بطور انتقام بند بھی کر دیا جائے تو ہمیں اس کی پروا نہ کرنی چاہیے۔ لیکن ان کی طرف سے یہ انتقامی کارروائی بجائے خود قطعی نامعقول اور خلاف انصاف ہوگی، کیونکہ مسلمانوں نے کبھی دنیا کے کسی ملک میں "تبلیغ دین" کے نام سے وہ ہتھکنڈے استعمال نہیں کیے ہیں، اور نہ آج کہیں وہ کر رہے ہیں، جو عیسائی مشنریوں کے طرۂ امتیاز ہیں۔ اور کسی مغربی ملک کو ہمارے کسی مشن یا کسی مشنری سے کبھی اُن شکایات کا برائے نام بھی کوئی موقع نہیں ملا ہے جن سے ہمارے سینے فگار ہیں۔

میری اس بات میں اگر کسی کو شک ہو تو اسے چاہیے کہ ایشیا اور افریقہ میں عیسائی مشنریوں کے کارناموں کی تاریخ سے کچھ واقفیت حاصل کرے، اور اُن طریقوں کا مطالعہ کرے جو انہوں نے اپنی تبلیغ کے لیے مختلف ملکوں میں استعمال کیے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ مشن دنیا کے اکثر و بیشتر ملکوں میں مغربی استعمار کا ہراول دستہ رہے ہیں۔ افریقہ کے ایک لیڈر نے اپنے برِّ اعظم میں اُن کے کارنامے کا خلاصہ اِن الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اہلِ مغرب جب ہمارے ہاں آئے تو ان کے ہاتھ میں کتاب تھی اور ہمارے ہاتھ میں زمین۔ کچھ مدت بعد دیکھا گیا کہ کتاب ہمارے ہاتھ میں ہے اور زمین ان کے ہاتھ میں"۔

استعمار کا راستہ ہموار کرنے کے بعد جہاں بھی یہ لوگ کسی مغربی قوم کو کسی ایشیائی یا افریقی ملک پر مسلط کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں وہاں انہوں نے اقتدار اور دولت کی دوہری مدد سے کام لے کر اپنے دین کو زبردستی بھی قوموں پر مسلط کرنے کی کوشش کی ہے اور روپے کے زور سے بھی ان کے ایمان و ضمیر کو خریدا ہے۔ بعض ملکوں میں استعمار نے تعلیم کا پورا شعبہ اِن کے حوالے کر دیا اور انہوں نے کسی کو اُس وقت تک تعلیم نہیں دی جب تک وہ عیسائی نہ ہو گیا، یا بدرجۂ آخر اپنا نام بدل کر عیسائی نام رکھنے پر آمادہ نہ ہوا۔ بعض ملکوں میں انہوں نے پورے پورے علاقوں کو ازروئے قانون اپنی محفوظ چراگاہ بنوا لیا اور ان میں کسی دوسرے مذہب کے مبلّغ تو درکنار محض پیرو کے داخلے میں بھی رکاوٹیں عائد کرا دیں۔ جنوبی سوڈان اِس کی بدترین اور نمایاں ترین مثال ہے۔ انگریزی حکومت نے اس کو بالکل

عیسائی مشنریوں کے حوالے کر دیا تھا اور شمالی سوڈان کے کسی مسلمان کو خاص پرمٹ لیے بغیر وہاں جانے نہیں دیا جاتا تھا، خواہ وہ تبلیغ کے لیے نہیں بلکہ اپنے کسی ذاتی کام ہی کے لیے وہاں جا رہا ہو۔ سوڈان کی آزادی کے بعد جب قومی حکومت آئی اور اس نے جنوبی سوڈان میں مشنریوں کی اس امتیازی حیثیت کو ختم کر دیا تو انہوں نے وہاں بغاوت کرا دی، اور آج کئی برس ہو چکے ہیں کہ یہ لوگ حبش کی عیسائی حکومت اور گرد و پیش کے دوسرے عیسائی علاقوں کی مدد سے حکومت سوڈان کے خلاف فتنے پر فتنے برپا کراتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ مسائل انہوں نے جنوبی ویتنام میں پیدا کیے، جہاں عیسائی اقلیت نے بودھ اکثریت کو عملاً اپنا تابع فرمان بنا کر رکھنے کے لیے بار بار سازشیں کی ہیں۔

خود ہمارے ملک میں انگریزی اقتدار کے آتے ہی اوّل اوّل تو یہ مشنری انتہائی جارحانہ انداز میں مسلمانوں کے دین پر حملہ آور ہوتے تھے۔ پھر جب انگریزی حکومت کو اس سے سیاسی پیچیدگیاں رونما ہونے کا خطرہ لاحق ہوا، تو یہ پالیسی بدل کر نیا طریقہ اختیار کیا گیا کہ ان کے مدرسوں، کالجوں، ہسپتالوں اور مختلف نوعیت کے دوسرے اداروں کو طرح طرح کی وسیع مراعات عطا کی گئیں، مفت یا برائے نام قیمت پر زمینیں دی گئیں، بیش قرار مالی گرانٹ دیئے گئے، بیرونی ممالک سے بھی ان پر روپے کی بارش ہوتی رہی، اور ان ذرائع سے انہوں نے ایک طرف لالچ کے ہتھیار استعمال کر کے غریبوں کے دین و ایمان خریدے، اور دوسری طرف انہوں نے اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی کہ جو مسلمان ان کے ہتھے چڑھیں وہ اگر عیسائی نہ بنائے جا سکیں تو مسلمان بھی نہ رہنے دیئے جائیں۔

مشرقِ اوسط میں یہی وہ فتنہ پرداز تھے جنہوں نے ترکوں کو تورانی قومیت اور عربوں کو عربی قومیت کے سبق پڑھا پڑھا کر آخر ایک دوسرے سے لڑا دیا اور دولت عثمانیہ کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اسلام کی اولین علمبردار، یعنی عرب قوم کے اندر گمراہی کے لتنے بیج انہوں نے بوئے کہ ان میں بڑی بڑی سیاسی اور ادبی و علمی، اور ثقافتی تحریکیں اس بنیاد پر اٹھنے لگیں کہ اصل چیز عرب قومیت ہے نہ کہ اسلام۔

سوال یہ ہے کہ یہ حرکات واقعی "تبلیغ دین" جیسے معصوم نام سے موسوم کیے جانے کے لائق ہیں اور ان کے مرتکبین کو واقعی یہ حق پہنچتا ہے کہ انہیں مذہب کے نام پر اپنا کام کرنے کی کھلی چھٹی دی جائے؟

مَیں نہیں سمجھتا کہ اُن کی اِس تاریخ اور اُن کے ان کارناموں کو دیکھ کر کوئی انصاف پسند اور معقول آدمی کبھی یہ کہہ سکتا ہے کہ دنیا کے ملکوں میں ان کے لیے "مذہبی تبلیغ" کے حقوق محفوظ رہنے چاہییں۔ یا یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ اگر ہم اپنے ملکوں میں اِن مشنریوں کا داخلہ بند کریں تو مغربی ممالک اپنے ہاں ہمارے مشنریوں کا داخلہ بند کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ مذہبی تبلیغ کے جس منظم ادارے کو "مشن" اور جس پیشہ ور مبلّغ کو "مشنری" کہا جاتا ہے وہ پہلے تو مسلمانوں میں قطعی مفقود تھا، اور اب بھی وہ شاذونادر ہی کہیں پایا جاتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ ہمیشہ عام افرادِ مسلمین نے کی ہے جو اپنے نجی کاموں کے لیے دنیا کے مختلف حصّوں میں گئے ہیں۔ ان کو جہاں بھی لوگوں سے سابقہ پیش آیا وہاں لوگ ان کی باتیں سُن کر اور ان کے طرزِ عبادت اور طرزِ زندگی کو دیکھ کر اسلام قبول کرتے چلے گئے۔ اس نوعیت کی تبلیغ کا راستہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اس لیے اگر مغربی ممالک اسلام کے مشن اور مشنری کا داخلہ اپنے ہاں روک بھی دیں تو ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ جب تک مسلمان کا داخلہ کسی جگہ کھلا ہے اسلام کے داخلے کا راستہ بھی وہاں کھلا ہے۔ (ا۔م)

مسجد کے منبر و محراب اور میناروں کی مصلحت

سوال: ایک صاحب نے اپنے ایک مضمون میں ایک ایسی مسجد کا نقشہ پیش کیا ہے جس میں منبر، محراب، مینار کچھ نہ ہو۔ وہ اسلامی فنِ تعمیر کی تاریخ کی رُو سے ثابت کرتے ہیں کہ محراب اور مینار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد بنائے گئے ہیں، اس لیے یہ اسلامی فنِ تعمیر کا حصّہ نہیں ہیں۔ اسلامی ڈیزائن وہ ہے جس پر پہلے مسجد نبوی بنی تھی اور اسی کے مطابق مساجد بنائی جانی چاہییں۔

کیا یہ نقطۂ نظر اسلام کی رُو سے صحیح ہے؟

جواب - شریعت میں مسجد کے لیے کوئی خاص طرزِ تعمیر مقرر نہیں ہے، اس لیے کسی خاص طرز پر مسجد بنانا نہ فرض ہے نہ ممنوع - صاحبِ مضمون کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ جس طرز پر حضورؐ نے مسجد نبوی ابتداءً تعمیر فرمائی تھی، تمام مساجد ہمیشہ کے لیے اسی طرز پر تعمیر ہونی چاہییں مختلف مسلمان ملکوں میں مساجد کی تعمیر کے لیے ہمیشہ سے مختلف ڈیزائن اختیار کیے جاتے رہے ہیں - ان میں جس قاعدے کو ملحوظ رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مسجد کی شکل عام عمارات سے اتنی مختلف ہو، اور اپنے ملک یا علاقے میں ایسی جانی پہچانی ہو کہ اس علاقے یا ملک کا ہر شخص دُور سے اس کو دیکھ کر یہ جان لے کہ یہ مسجد ہے اور اسے نماز کے وقت مسجد تلاش کرنے میں کوئی زحمت پیش نہ آئے - اسی قاعدے کے مطابق دنیا کے مختلف ملکوں میں مسجد کا ایک خاص طرزِ تعمیر ہوتا ہے اور اس کے لیے ایسی نمایاں علامات رکھی جاتی ہیں جو اُن ملکوں میں مسجد کی امتیازی علامات ہونے کی حیثیت سے معروف ہوتی ہیں - ہمارے ملک میں بھی مساجد کا بالعموم ایک طرزِ تعمیر رائج ہے - اس کو بدل کر بالکل ایک نرالا طرزِ تعمیر رائج کرنا اور اس کے لیے مسجدِ نبوی کے ابتدائی طرز سے استدلال کرنا خواہ مخواہ کی اُپج ہے -

رہا منبر، تو یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسجد نبوی میں لکڑی کا منبر بنوایا تھا تاکہ خطبہ دیتے وقت بڑے مجمع میں خطیب سب لوگوں کو نظر آسکے -

محراب مسجدوں میں تین مصلحتوں سے رکھی جاتی ہے - ایک یہ کہ آگے چونکہ صرف امام کھڑا ہوتا ہے اس لیے تھوڑی سی جگہ اس کے لیے زائد بنا دی جاتی ہے تاکہ محض ایک آدمی کے لیے پوری ایک صف کی جگہ خالی نہ رہے - دوسرے یہ کہ محراب کی وجہ سے امام کی آواز پیچھے کی صفوں تک پہنچنے میں سہولت ہوتی ہے - تیسری مصلحت یہ ہے کہ محراب بھی مسجد کی امتیازی علامات میں سے ہے - کسی عمارت کو آپ پشت کی طرف سے بھی دیکھیں تو اس میں محراب آگے نکلی دیکھ کر فوراً پہچان جائیں گے کہ یہ مسجد ہے - یہی مصلحت مسجد پر مینار وغیرہ بنانے کی بھی ہے -

(ا - م)

عُشر کے چند مسائل

سوال :- چند مسائل عُشر و خراج اراضی توضیح طلب ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کر کے تشفی فرمائیں۔ پاکستان کی زمینیں میرے نزدیک عشری نہیں بلکہ خراجی ہیں اور موجودہ حکومت جو ہم سے مالیہ وصول کرتی ہے اس کو خراج کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ تاریخ کی کتب بھی اس طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات پر کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۰۵ میں لکھا ہے کہ ان کی زمینیں اور اموال اور جانیں سب محفوظ رکھی گئیں۔ زمینوں پر حسبِ قاعدۂ شرعیہ خراج مقرر کر دیا گیا۔ پھر ۳۹۲ھ میں جے پال نے گرفتار ہو کر سلطان محمود کی خدمت میں عرض کیا "میری خطا معاف کیجئے اور مجھ کو چھوڑ دیا جاوے۔ میں اب تازیست فرمانبرداری سے انحراف نہ کروں گا اور سالانہ خراج بلا عذر و حیلہ بھیجتا رہونگا۔ یہی خراج تمام مسلمانوں کے دَورِ حکومت میں رہا۔ مغلیہ خاندان میں بھی یہی عمل رہا، جیسا کہ آئینِ اکبری میں ہے۔ تاریخ کی کتب میں ہماری اراضی پر کبھی عشر کی وصولی کا سراغ نہیں ملتا۔ لہٰذا ہماری اراضی کا وظیفہ عشر کی بجائے خراج ہونا قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے اور پھر خراج بھی موجودہ ٹیکس (مطالبہ) کی صورت میں وصول ہو جاتا ہے کیونکہ اراضی مسلم پر دو ٹیکس (عشر و خراج) جمع نہیں ہو سکتے۔ لا یجتمع علی مسلم خراج و عشر (رواہ ابن عدی فی الکامل از فتح القدیر ج ۴)

بصورت دیگر ہماری اراضی عشری ہیں تو پھر جن اراضی کو نہری پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اس پر حکومت دو قسم کے ٹیکس وصول کرتی ہے۔ ایک کا نام آبیانہ (اجرت پانی)، دوسرے کا نام مطالبہ (خراج)، تو ایسی اراضی پر نصف عُشر رہے گا یا سالم عشر، اور مطالبہ وضع کرنے کے بعد یا قبل؟

اکثر مالک اراضی مزارعین سے کاشت کراتے ہیں جن کے ساتھ نصف نصف حصہ طے پاتا ہے۔ بعض مالک اراضی نوکر رکھتے ہیں۔ ان کی تنخواہیں مقررہ اسی اراضی کی آمدنی سے بصورت

جنس اگر جنس متقرر ہو یا بصورت نقد ادا کی جاتی ہے۔ بعض مالک اراضی خود کاشت کرتے ہیں۔
اب عشر دونوں فریقوں پر رہے گا یا صرف مالک اراضی پر رہے گا۔ اگر دونوں پر ہے تو بٹائی سے قبل یا بعد؟ پھر اس میں پانچ وسق کا نصاب مقرر ہے یا قلیل و کثیر پر عشر ہوگا؟
اجناس کے علاوہ چارہ جو کاشت کیا جاتا ہے اکثر وبیشتر بیل کاشت کرنے والے کھا جاتے ہیں، بعض حصہ فروخت کیا جاتا ہے۔ اب اس میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب۔ ہندو پاکستان کی زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے مسئلے پر اگرچہ بحث ہوتی رہتی ہے، لیکن اس دیار کے مستند علماء کا، جن میں حنفی، اہلحدیث سب شامل ہیں، فتویٰ یہی ہے کہ مسلمانوں کی مملوکہ اراضی پر عشر ادا کرنا ہی زیادہ صحیح اور محتاط مسلک ہے۔ جو مسلمان زمین سے پیداوار حاصل کرتا ہے وہ آتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهٖ کا مخاطب ہے اور عشر کی ادائیگی کا بہرصورت مکلف ہے۔ آپ نے جو عبارات نقل کی ہیں وہ اس معاملے میں کوئی صحیح اور مفید رہنمائی نہیں دے سکتیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر مسلمان حکمران جو بھی زرعی محصول وصول کرے اسے شرعاً عشر یا خراج کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ عشر یا خراج کی تعریف میں صرف وہی ٹیکس آسکتا ہے جو اسلامی نظامِ حکومت کے زیرِ اہتمام اسی نیت کے ساتھ اور انہی قواعد و مقاصد کے تحت لیا اور دیا جائے جو شریعت میں عشر و خراج کے لیے مقرر ہیں۔ زمین پر جو رائج الوقت مالیہ عائد کیا جاتا ہے، اس میں عشر یا خراج کا کوئی بعید ترین تصور بھی کارفرما نہیں ہے۔ اب اگر اس مالیے کو عشر یا خراج کا نام دے کر کوئی زمیندار عشر کا انکار کر سکتا ہے تو اسی طرح ایک سرمایہ دار اور کارخانہ دار بھی کہہ سکتا ہے، کہ میں جو سرمائے یا اموال پر مختلف ٹیکس دیتا ہوں، ان سے میری زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیصر کا حق تو قیصر کو مل جائے گا مگر خدا کا حق ہی وصول ہونے سے رہ جائے گا۔

لا يجتمع على مسلم خراج و عشر کی جس روایت کا ذکر آپ نے کیا ہے وہ نہایت ضعیف ہے اور اس بات کو امام ابن ہمام نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کے متعدد راوی مجروح ہیں جیسا کہ درایہ میں ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے، چنانچہ امام مالک، شافعی اور احمد وغیرہ فقہاء نے اسے ناقابلِ حجت قرار دیتے ہوئے مسلمان مالک کی خراجی زمین پر بھی عشر لازم قرار دیا ہے۔ تاہم اگر اس روایت کو صحیح اور قابلِ استناد تسلیم

کر بھی لیا جائے تو اس سے جو استدلال فقہائے حنفیہ نے کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جس زمین سے بھی دو محاصل میں سے ایک ادا ہو جائے، اس پر دوسرا عائد نہ ہوگا، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر زمین فی الاصل عشری ہو، تو اس پر سے خراج وصول ہو جانے کے باوجود عشر ساقط نہ ہوگا، البتہ اگر زمین بالتحقیق خراجی ہو تو اس سے خراج یا عشر، دونوں میں سے ایک اگر لے لیا جائے، تو دوسرا عائد نہ ہوگا۔ اب ہماری زمینوں کا مسئلہ اگر مختلف فیہ بھی قرار دیا جائے، تب بھی اگر فی الحقیقت یہ خراجی کے بجائے عشری ہوئیں تو ان پر حنفی مسلک کی رو سے بھی عشر بہر حال لازم ہوگا، خواہ ان سے خراج وصول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اس لیے احتیاط و اتقاء کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان صاحبِ پیداوار ہر حال میں عشر دے تاکہ عنداللہ بری الذمہ قرار پائے۔

جہاں تک آبیانے کا تعلق ہے، اُسے بھی عشر کا قائم مقام قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ اس کی وجہ سے عشر نصف ہو جائے گا۔ لیکن حساب کرتے وقت پیداوار میں سے آبیانہ وضع نہیں کیا جائے گا کیونکہ مصنوعی آبپاشی پر محنت و صرف کی رعایت شریعت نے از خود تخفیفِ عشر کی صورت میں دے دی ہے۔ اب یہ صحیح نہیں کہ ایک طرف عُشر بھی آدھا دیا جائے اور دوسری طرف عشر محسوب کرتے وقت آبیانہ بھی منہا کر لیا جائے۔ ہاں، عشر ادا کرنے سے پہلے پیداوار میں سے مالیہ وضع ہو سکتا ہے۔

فقہائے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اخراجاتِ کاشت کو عشر نکالتے وقت پیداوار میں سے کم نہ کیا جائے، عام حالات میں اس پر عمل ہونا چاہیے۔ بٹائی کی صورت میں فریقین کو اپنے اپنے حصہ پیداوار پر عشر دینا چاہیے۔ احناف کا فتویٰ یہ ہے کہ عشر میں کوئی نصاب معتبر نہیں ہے، لیکن پانچ وسق (تقریباً ۱۹ من) کا نصاب صحیح احادیث میں مروی ہے اور صاحبین نے اسے تسلیم کیا ہے، اس لیے کوئی غریب کاشتکار اگر اس نصاب سے کم پر عُشر نہ دے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔

چارہ جسے کاٹ کر فروخت یا ذخیرہ کیا جائے، اس کی مالیت پر بھی ۱/۱۰ عشر دینا چاہیے۔ احناف کے نزدیک ہر قسم کی زرعی پیداوار پر عشر واجب ہے اس سے مستثنیٰ صرف وہ اشیاء ہیں جو قصداً نہ بوئی گئی ہوں یا بالکل بے قدر قیمت ہوں۔ مثلاً خودرو گھاس، سرکنڈے، جھاڑ جھنکاڑ وغیرہ جو قابلِ خرید و فروخت نہ ہوں ان پر عشر نہ ہوگا۔

(غ-ع)